تفسیر ماتریدی
تاویلات اهل السنہ

(۲)

محمد صغیر حسن معصومی

قولہ : ''و بالاٰخرۃ ھم یوقنون'' اور آخرت کا وہ یقین رکھتے ھیں - یعنی اس پر ایمان رکھتے ھیں، کسی چیز کا یقین کرنا ھی اس کا جاننا ھے، اور ایمان دل سے سچ سمجھنا ھے، لیکن جب کوئی شخص کسی بات کا یقین کرتا ھے تو اس پر ایمان لاتا ھے اور اسے سچ سمجھتا ھے کیونکہ وہ اس کو ایسا ھی جانتا ھے، یہ تصریح اس لئے ھے کہ کافروں کی ایک جماعت حشر و نشر یعنی قیامت میں اٹھائے جانے پر یقین نہیں رکھتی تھی، کقولہ تعالی : ''ان نظن الا ظنا وما نحن بمستیقنین، (الجاثیہ : ۳۲) ھم تو صرف گمان اور ظن رکھتے ھیں ھم بالکل قیامت کا یقین کرنے والے نہیں ھیں : اللہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ھے کہ ایمان والے درحقیقت آخرت کا یقین رکھتے ھیں گمان اور شک میں نہیں ھیں جیسا کہ یہ کافر مبتلائے ظن ھیں -

وقولہ : ''اولئک علی ھدی من ربھم'' یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ھدایت پر ھیں، کہا گیا ھے : حق اور صحیح رھنمائی پر ھیں اپنے پروردگار کی جانب سے -

نیز یہ کہا گیا ھے : یہ لوگ اپنے پروردگار کے بیان پر ھیں - لیکن بیان کے حقدار کافر سے زیادہ ایمان والے نہیں، کیونکہ اللہ تعالی کافر کے لئے ان ساری باتوں کو بیان کرتا ھے جن کا وہ محتاج ھے، یا عقل کی رو سے یا سمع

کی رو سے محتاج ہے، تو یہ ظاہر ہے کہ پہلا مفہوم دوسرے سے زیادہ قرین قیاس ہے۔

و قولہ : ''و اولئك هم المفلحون،، اور وهی لوگ فلاح پانے والے هیں۔ کہا گیا ہے کہ اس میں چند وجہیں هیں -:

ایک قول ہے کہ ''فلاح والے هیں،، کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں اور خیر میں بقا رکھنے والے هیں۔

دوسرا قول ہے : اپنی حاجتوں کو پوری طرح پانے والے هیں۔ افلح کا مفہوم ہے کہ اس کی حاجت برآئی۔ (ورق ۳ ظ)

تیسرا قول ہے: مفلحون هی سعادت مند هیں، ''افلح'' کا مفہوم ہے سعید ہوا۔

چوتھا قول ہے : مفلحون نجات پانے والے هیں، کہا جاتا ہے : افلح ای نجا، یعنی نجات پائی۔

ان سارے اقوال کا مرجع و مآل ایک هی ہے کقولہ تعالی : ''فمن زحزح عن النار و ادخل الجنة فقد فاز، (آل عمران : ۱۸۵)، پس جو شخص دوزخ کی آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوا، تو ظاہر ہے کہ هر وہ شخص جو دوزخ سے دور کیا گیا وہ کامیاب ہوا، اور جو جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور کامیاب ہوا، فکذلك الاول۔

وقولہ : ''ان الذین کفروا سواء علیهم ء الذر تهم ام لم تنذرهم لا یومنون :،، بیشک جو لوگ اللہ کے منکر ہوئے ان کے لئے برابر ہے چاہے، اے رسول اللہ صلعم : آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

یہ آیت ۔ واللہ اعلم ۔ ایک خاص قوم کے بارے میں ہے، اللہ تعالی کو علم ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول کو اس بات سے خبردار کردیا، چنانچہ ویسا هی ہوا جیسا کہ اللہ تعالی نے کہا تھا، اس میں ایک پیشینگوئی ہے۔

یہ بھی احتمال ہے : کہ وہ لوگ جب تک اپنے کفر میں رہیں گے
بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ کقولہ : ''واللہ لا یہدی القوم الظالمین، (البقرۃ :
۲۵، آل عمران : ۸۶، توبہ : ۱۹ ، ۱۰۹، الصف : ۸، الجمعۃ : ۵) یعنی
للہ تعالی حد سے تجاوز کرنے والی قوم کو ہدایت نہیں بخشتا ہے، اور اللہ کو
ہ ماننے والے لوگ جب تک اپنے کفر پر ہیں ظلم کرنے والے ہیں۔

وقولہ : ''ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم و علی ابصارھم غشاوۃ و
لھم عذاب عظیم ''۔ ترجمہ اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر
لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر ایک پردہ ہے، اور ان ہی کے لئے بڑا عذاب ہے۔

حسن(۱) سے روایت ہے ''کہ کافر کے لئے ایک حد ہے، جب حد تک
پہنچ جاتا ہے تو اللہ کو اس کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ ایمان نہیں لائے گا،
تو اس کے دل پر مہر لگادیتا ہے کہ ایمان نہ لائے۔

معتزلہ کے مذہب میں اس کا فساد دو وجہوں سے ظاہر ہے :

ایک وجہ یہ ہے کہ معتزلہ کا مذہب ہے، کہ کافر مکلف ہیں، اگرچہ
کافر کے دل پر مہر لگی ہوئی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہر اس شخص کو جانتا ہے جو اپنی
آخری عمر میں ایمان لائے گا، اور ہر اس شخص کو بھی جو کبھی ایمان نہیں
لائے گا، اپنے حد کو پہنچے یا نہ پہنچے۔

حضرت حسن بصری کے قول سے لازماً یہ وہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی
کو علم نہیں ہوتا جبتک کہ (کافر) اپنی حد کو نہیں پہنچتا،،۔

---

(۱) ابو سعید حسن بن یسار بصری ، مولی زید بن ثابت انصاری رض، امام بصرہ تھے ، ان کی والدہ
ام المومنین حضرت ام سلمہ کی مولاۃ تھیں، حضرت عمر کی خلافت کے آخری ایام میں پیدا ہوئے،
حضرت عثمان کا خطبہ سنا، ۱۱۰ھ میں ابن سیرین سے سو دن پہلے وفات پائی۔ العبر :
تہذیب التہذیب : ۱/۱۳۶، ۲/۲۶۳، مشاهیر علماء الامصار : ۶۳۲، معارف لا بن قتیبہ ص ۴۴۰،
اور مروج الذہب : ۳/۲۱۴)۔

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا قول 'ختم' اور 'طبع' کافر کے دل میں ایک علامت کی طرح یہ بتاتے ہیں کہ کفر کرنے والا ایمان نہیں لائے گا، یہ علم اسی طرح کا ہوتا ہے جیسے کتابوں اور رسائل سے اخذ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ہمارے یہاں مہر لگانے کا یہ مفہوم ہے کہ: اللہ تعالی نے کفر کی سیاہی کافر کے دل میں پیدا کردی۔

دوسری وجہ معتزلہ یہ بیان کرتے ہیں کہ ختم اور طبع کو کافر کے دل پر پیدا کردیا، کیونکہ جب کافر کفر کا فعل کرتا ہے تو کافر کا یہ فعل ہمارے نزدیک پیدا کردہ ہے۔ تو مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اس (یعنی کفر کی) مہر کو کافر کے دل پر پیدا کردیا۔ اس کی مثال خود اللہ تعالی کا قول ہے: و جعلنا علی قلوبھم اکنة (البقرة: ۲۰، الاسراء: ۴۶) یعنی ہم نے ان کے دلوں پر پردے پیدا کردئے، اور اسی طرح دوسری آیتیں ہیں۔

اصل مفہوم آیت کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ جب ان کافروں نے غور و خوض اور تأمل و تفکر کرنا اپنے دلوں میں چھوڑ دیا، تو تفکر واقع نہ ہوا، اسی طرح ان کے کانوں پر مہر لگادی جب انھوں نے حق اور انصاف کی بات سننا ترک کیا، تو اللہ تعالی نے ان میں گرانی پیدا کردی، اور آنکھوں پر پردہ پیدا کردیا جب انھوں نے اپنے نفوس اور اللہ تعالی کی مخلوق پر نظر ڈالنا ترک کیا کہ وہ جان لیتے کہ ان ساری چیزوں کو زوال و فناء ہے اور حالات متغیر ہوتے رہتے ہیں، ان باتوں سے وہ معلوم کرلیتے کہ جو ذات ان تغیرات و حوادث کی پیدا کرنے والی ہے وہ ہمیشہ رہنے والی ہے کبھی زوال پذیر نہیں۔

و قولہ: "ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ و بالیوم الاخر و ماھم بمومنین" بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخر (قیامت کے دن) پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔

اس آیت پاک میں اللہ تعالی ایسے لوگوں کی خبر دیتا ہے جو اپنی زبان سے ایک بات کہتے ہیں، مگر اپنے دلوں میں اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں، تو اللہ تعالی نے اپنے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کو باخبر کردیا، کہ یہ لوگ مومن نہیں ہیں یعنی اپنے دلوں میں ایمان باللہ و بالیوم الاخر، کو سچ نہیں سمجھتے۔

دوسری آیتوں میں بھی اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہے جیسے: 'من الذین قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم (المائدہ: ۴۱)، یعنی بعض لوگ اپنی زبانوں سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، حالانکہ انکے دلوں میں ایمان نہیں، اور ''فلا و ربك لایؤمنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم'' (النساء: ۶۵): نہیں، قسم ہے آپ کے پروردگار کی یہ لوگ ایمان والے نہیں جب تک آپ کو اپنے اختلافی معاملات میں فیصلہ کرنے والا (یعنی حکم) نہیں بناتے۔

یہ ساری آیتیں کرّامیہ(۱) کے اعتقاد کو رد کرتی ہیں، کرامیوں کا عقیدہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کرنے کو کہتے ہیں دل سے یقین کرنے کو نہیں، چنانچہ اللہ عز و جل نے سارے نفاق والوں کے متعلق خبر

---

(۱) یہ ایک فرقہ ہے جو ابو عبداللہ محمد بن کرام ایک سجستانی زاھد کی طرف منسوب ہے، سجستان سے غرجستان جلاوطن کیا گیا۔ شورمین اور آفشین کے ناکارے شر پسند اس کے پیروکار بن گئے، محمد بن طاھر بن عبداللہ بن طاھر کے زمانے میں نیشاپور آیا جہاں کچھ دیہاتی اس کی بدعتوں کے گرویدہ ہوگئے (العبر ۱/۱۰)،

کرام کے تلفظ میں اہل علم میں اختلاف ہے، اکثروں کا پسندیدہ یہ ہے کہ یہ لفظ کاف کے زبر اور رے کی تشدید کے ساتھ تلفظ کیا جائے۔ (اللباب ۳/۳۲ ' لسان المیزان ۵/۳۵۳)، القاموس المحیط)، عقیدہ میں ابن کرام کی بدعتیں بے انتہا ہیں، فقہ میں بھی ایسی نئی باتیں کہی ہیں جن کا پہلے کبھی ذکر سننے میں نہیں آیا، جیسے مسافر کی نماز کے متعلق ان کا عقیدہ ہے کہ رکوع، سجود، قیام، تشہد اور سلام کے بغیر صرف دو تکبیریں کافی ہیں۔ اسی طرح ان کے یہاں نجس کپڑے نجس زمین اور ظاہر بدن کی نجاست کے ساتھ نماز صحیح ہوتی ہے، طہارت صرف احداث یعنی معنوی ناپاکی سے واجب ہے ظاہری انجاس (ناپاکیوں) سے نہیں۔ (حوالے کے لئے دیکھئے: التبصیر: ۶۵، الملل و النحل ۱/۱۰۸، مقالات الاشعری ۱/۲۰۷، الفرق بین الفرق ص ۲۲۳)۔

دے دی کہ یہ ایمان والے نہیں کیونکہ دل سے تصدیق نہیں کرتے، یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ایمان دل سے یقین کرنے کو کہتے ہیں ۔ اور کرامیہ کا قول ہے کہ زبان سے اقرار کرنے والے سب مومن ہیں ۔

و قولہ : ''یخادعون اللہ والذین اٰمنوا،، یہ لوگ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لے آئے ۔ کوئی شخص اللہ کو فریب دینے کا قصد نہیں کرتا، لیکن لوگ مومنین اور اللہ کے دوستوں کو فریب دینے کا قصد کرتے ہیں، مگر اللہ تعالی نے اہل ایمان کے مرتبہ کی عظمت اور اپنے نزدیک عالی مرتبت بنانے کے لئے مخادعت کی نسبت اپنی طرف کی ہے، اس کی مثال اللہ تعالی کا قول ہے : إن تنصرو اللہ ینصرکم، (محمد : ٧) (یعنی اگر اللہ کی مدد تم لوگ کروگے تو اللہ تعالی تمہاری مدد کرے گا۔ حالانکہ اللہ تعالی نصر و مدد کی حاجت نہیں رکھتا ہے ۔ آیت پاک کا اصل مفہوم یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالی کے دوستوں کی مدد کروگے تو اللہ تعالی تمہاری مدد کرے گا۔ اسی طرح کا قول ہے : ''ان الذین یبایعونك انما یبایعون اللہ،، (الفتح : ١٠) بے شک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں یہ حقیقت میں اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ۔ حالانکہ اللہ سے بیعت نہیں کی جاتی ہے ۔ اللہ کی طرف اس کی نسبت صرف نبی کے رتبے کو اور منزلت کو بلند کرنے کے لئے کی گئی ہے ۔ اسی طرح منافقین کے اولیاء اللہ کو دھوکا دینے کو اللہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ ان کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک بہت ہے ۔

مخادعت در حقیقت دو شخصوں کا فعل ہے، چونکہ یہ منافقین ایمان والوں کے آگے فریب سے کام لیتے ہیں اس لئے مفاعلہ کے وزن پر خداع کا استعمال ہوا، و اللہ اعلم،

وقولہ : ''وما یخدعون الا انفسہم،، ترجمہ حالانکہ یہ لوگ خود اپنے [illegible]

پہلا مفہوم یہ ہے کہ ان کے مکر و فریب کا وبال و خلاصہ انہیں کی
، لوٹتا ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ وہ مومنین کی موافقت کا اظہار اس لئے
تے ہیں کہ بے خوف و خطر رہیں، مگر دلہا میں اس مکر کی وجہ سے ہمیشہ
کو ڈر لاحق رہتا ہے۔

وقولہ : 'وما یشعرون' اور وہ لوگ احساس نہیں کرتے۔

ایک مفہوم یہ ہے کہ وہ نہیں سمجھتے کہ خداع و مکر کا حاصل آخرت
، انہی کی طرف لوٹے گا۔

دوم یہ کہ وہ نہیں سمجھتے کہ اللہ ظاہر کردیتا ہے ان کے فریب کو
ر اپنے نبیﷺ کو خبر دیدیتا ہے کہ انہوں نے اپنے دلوں میں کیا چھپا رکھا
ہے، واللہ اعلم۔

وقولہ : ''فی قلوبهم مرض'' ترجمہ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔
کہا جاتا ہے کہ یہ مرض شک و نفاق ہے، اللہ عز و جل نے منافقین کو
بیمار کہا ہے کہ وہ دین میں پکے نہیں تھے، زبان سے مومنین کی موافقت
کا اظہار کرتے تھے، اور دل میں ان کے بغض و عناد کو چھپائے ہوئے تھے،
تو گویا ان کا حال اس مریض جیسا تھا جو موت و حیات کی کشمکش میں
مبتلا ہو، کیونکہ مریض کبھی تو موت کا یقین کرلیتا ہے اور پھر حیات کی
امید کرنے لگتا ہے، تو گویا امید و بیم کے مابین مضطرب رہتا ہے۔ یہی حال
ان منافقین کا ہے۔ کہ اپنے عقیدہ میں اضطراب کے شکار ہیں، اسی لئے ان کو
مریض کہا گیا ہے۔

دوسرے لوگ جنہوں نے برملا کفر کا اظہار کیا وہ دین میں اضطراب
کے شکار نہیں، انھوں نے زبان سے اسی عقیدہ کا اظہار کیا جو دل میں رکھتے
تھے، اس لئے ان کو ''موتی'' مردہ، کہا گیا۔ کیونکہ انھوں نے اپنی دلیاوی

زندگی سے فائدہ نہیں اٹھایا، اور نہ حیات ابدی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

ایمان والوں کو زندہ (احیاء) کہا گیا اس لئے کہ انھوں نے اپنی زندگی سے نفع اٹھایا، اور حیات ابدی بھی حاصل کی، کیونکہ انھوں نے زبان و دل دونوں کو اللہ کے عقیدہ پر متفق کر لیا، واللہ اعلم،

وقولہ: ''فزادھم اللہ مرضا،، تو اللہ تعالی نے ان کے مرض میں زیادتی کردی۔

اس آیت کے مفہوم بیان کرنے میں مختلف اقوال ھیں۔

معتزلہ کا بیان ھے کہ اس کا مفہوم یہ ھے کہ اللہ تعالی نے ان کو ان کے اختیار و پسند پر چھوڑ دیا۔

ھمارے یہاں (اھل سنت کے نزدیک) اس کا مفہوم یہ ھے کہ اللہ تعالی نے ان کے کفر کے افعال میں زیادتی پیدا کی اور ان کے دلوں میں نفاق کو بڑھا دیا کیونکہ ھر وقت زبان سے مومنین کی موافقت کا اظہار کرتے تھے اور دل میں ان کی دشمنی پوشیدہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں ان کے اختیار و پسند کے مطابق ان کے اس مرض کو زیادہ کردیا، اس کی توجیہ 'اھدنا، کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ھے۔

وقولہ: ''ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون،، اور ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ھے اس وجہ سے کہ جھوٹ بولتے تھے، چونکہ دنیا کا عذاب کبھی ایسا ھوتا ھے کہ اس میں الم نہیں ھوتا، اس لئے اللہ تعالی نے خبر دیدی کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت عذاب ھوگا، یہ دنیا کے عذاب جیسا نہیں۔

وقولہ: ''واذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض،، اور جب ان سے کہا جاتا ھے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ، ایمان والوں کو دھوکا دیکر، زبان سے ان کی موافقت کا یقین دلا کر اور دل میں ان کی دشمنی چھپا کر۔ خلوت میں

، والوں کا مذاق اڑا کر، اور ان کی شان میں ایسی باتیں کہہ کر جو
کے لایق نہیں، اور اللہ تعالی کے سوا کو پوج کر، اور اس سے بڑھ کر کونسا
ہو سکتا ہے ؟

وقولہ : ''قالوا انما نحن مصلحون،، وہ کہتے ہیں، نہیں صرف ہم ہی
ح و خیر چاہنے والے ہیں زبان سے موافقت کا اظہار کرکے ۔

وقولہ : ''الا انھم ھم المفسدون،، ھشیار : بے شک یہی لوگ ہیں جو
د برپا کر رہے ہیں، اللہ تعالی خبر دیتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں
، یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں کہ انھوں نے ایمان والوں کی دشمنی دل
، چھپا رکھی ہے، پھر ان کو فریب دیتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں ۔
وقولہ :'و لکن لا یشعرون،، لیکن وہ سمجھتے نہیں ہیں ۔

اولاً، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس نفاق کا نقصان انہیں کی طرف لوٹیگا ۔
نیاً، یہ نہیں سمجھتے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں، فساد ہے ۔

اگر یہ حقیقت ہے تو ان لوگوں کے قول کی تردید ہو جاتی ہے جو کہتے
ہیں کہ حجت صرف جاننے سے لازم آتی ہے جو لوگوں کا یعنی منافقین کا قول
ہے (کہ ظاہری علم یہ ہے کہ ہم مصلح ہیں جس کا وہ اظہار کرتے تھے)،
مگر چونکہ ان کا ظاہر باطن سے مطابقت نہیں رکھتا اس لئے ظاہری علم سے
کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا، (آج جیسا کہ پاکستان کا حال ہے کہ لوگ
کہتے ہیں ہمارا عقیدہ اسلام ہے مگر نہ حلال و حرام میں تمیز کرتے ہیں
نہ قرآن و سنت کے اوامر و نواھی پر عمل کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان
ہونے کے باوجود خسارے میں ہیں، اور اس بیسویں صدی میں سارے عالم
اسلام کا کم و بیش یہی حال ہے ۔ اللہ رحم و کرم فرمائے، اور مسلمانوں کو
عمل کی توفیق عطا کرے، آمین، مترجم) ۔

اللہ تعالی نے خبردار کردیا کہ ان کا فعل فاسد ہے، اور انہیں علم و

شعور اس بات کا نہیں کہ فساد کے مرتکب ہو رہے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی یہ بھی فرماتا ہے : أن تحبط أعمالكم و أنتم لا تشعرون (الحجرات : ٢)، یعنی تمہارے اعمال بیکار کردئے جاتے ہیں اور تمہیں خبر نہیں ہوتی، اللہ تعالی نے اعمال کے حبط ہونے کی خبر دیدی، ان کو اس کا مطلق خیال نہیں۔

وقولہ : ''و اذا قیل لهم امنوا کما آمن الناس،، اور جب ان سے کہا جاتا ہے، ایمان لاؤ جیسا کہ لوگ ایمان لائے ہیں،،۔ ایک احتمال یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے، دوسرا احتمال یہ ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کے بارے میں ہے۔ اگر منافقین کے بارے میں ہے تو مفہوم یہ ہے کہ اے نفاق والو ظاہر و باطن ہر حال میں ایمان لاؤ۔ جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں ایمان رکھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فقد اهتدوا،، (البقرة : ١٣٧) اگر وہ لوگ اسی طرح ایمان رکھتے ہیں جس طرح تم لوگ (اصحاب رسول) ایمان رکھتے ہو تو یہ لوگ ہدایت پر ہیں۔

اگر آیت کا تعلق اہل کتاب سے سمجھا جائے تو اس میں اس ایمان کا حکم ہے جس کا مفہوم ایمان بمعنی تصدیق ہے۔ ہمارے نزدیک ایمان دل سے سچ سمجھنے کو کہتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ سارے ارباب ادب و تاویل نے جمیع قرآن میں ''آمنوا،، کی تفسیر 'صدقوا' (انھوں نے سچ سمجھا) سے کی ہے۔

وقولہ : ''قالوا أنؤمن کما آمن السفهاء،، (الآیة) '' وہ کہتے ہیں، کیا ہم ایمان لے آئیں اسی طرح جیسا کہ جاہل لوگ ایمان لائے ہیں،، 'سفہ' حکمت و دانشمندی کی ضد کو کہتے ہیں۔ اور اس کا مفہوم نادانی کے ساتھ عمل کرنا یہ جانتے ہوئے کہ یہ عمل باطل ہے۔ اور 'جہل' 'علم' کی ضد کو کہتے ہیں، ''سفہ،، ایک گالی ہے، اصطلاح عرب میں ایک مرد دوسرے کو ''یا سفیہ،، کہتا ہے۔

وقوله : ''الا انهم هم السفهاء،، هشیار: بیشک یہی لوگ هیں جو سفیه (جاهل) هیں -

بعض متکلمین کا قول ھے، ''یه گالی الله کی جانب سے سومنون کی طرف سے ان منافقین (یا یہود و نصاری) کے لئے استعمال ہوئی ھے، اور جواب میں ایسے استعمال کو جایز سمجھتے ھیں ، البته آغاز کلام میں اس کا استعمال جایز نہیں، اسی طرح مکر، کید، استہزاء اور 'خداع، جیسے الفاظ کا استعمال ابتداءً جایز نہیں مگر کسی کے جواب میں جایز ھے -

البته ھمارے نزدیک گالی کا استعمال (کسی حال میں) جایز نہیں، کیونکه جو شخص کسی کو گالی دیتا ھے وہ اس کی برائی بیان کرتا ھے اور یه سفیہوں کا عمل ھے، پس آیت کا مفہوم یه ھے که الله بزرگ و برتر خبر دیتا ھے که بیشک یہی لوگ ھیں جو جہل کے موافق عمل کرتے ھیں کیونکه ان کو علم (یقین) ھے که جس دین کا یه لوگ اعتقاد رکھتے ھیں باطل ھے اور بیشک وہ دین جس کا عقیده ایمان والے رکھتے ھیں حق، ھے -

وقوله : '' و لکن لا یعلمون، ،، اور لیکن یه لوگ نہیں جانتے ھیں۔

اس کا مفہوم،(۱) ایک تو یه ھے که یه لوگ نہیں جانتے که خود یہی لوگ سفیه ھیں(۲)، دوسرے یه که یه لوگ اس عذاب (ورق ۴ و) کو نہیں جانتے جو ان پر ایسا کہنے کی وجه سے لاحق ہوگا۔ والله اعلم -

وقوله : ''و اذا لقوا الذین آمنوا،، : اور جب یه لوگ ان لوگوں سے ملتے ھیں جو ایمان لا چکے ھیں، یعنی حضرت محمد صلی الله علیه وسلم کے اصحاب سے ملتے ھیں -

وقوله : ''قالوا آمنا،، کہتے ھیں ھم ایمان لا چکے -

یعنی یه لوگ مسلمانوں (اصحاب رسول الله) کے آگے ظاھر کرتے ھیں

کہ ظاہر میں ان کے موافق ہیں۔ حالانکہ باطن میں مسلمانوں کی دشمنی (خلاف) کو چھپائے ہوئے ہیں۔

وقولہ : ''و اذا خلوا الی شیاطینھم'' اور جب اپنے شیاطین سے خلوت میں ملتے ہیں۔

اس کے مفہوم میں کئی باتیں کہی گئی ہیں :

(۱) کہا گیا ہے کہ 'ان کے شیاطین' سے مراد کاہن (وہ لوگ جو پیشین گوئیاں بیان کرتے تھے) ہیں، ان کو شیاطین اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ حق سے دور تھے، کہا جاتا ہے 'شطن' یعنے 'بعد' (دور ہوا)۔

(۲) کہا گیا ہے کہ ہر نافرمان اور سرکش کو شیطان کہتے ہیں کہ شیطان نافرمانی اور سرکشی میں (مشہور) ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے : '' شیاطین الانس والجن '' (الانعام : ۱۱۲) یعنی انس و جن کے شیطان، ان کا یہ نام ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ہے، کیونکہ ان کا قول ہے کہ شیاطین کی اصل جنوں (کے گروہ) سے ہے،

(۳) یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں شیاطین کا نام اس لئے دیا گیا کہ ہر کاہن کے پاس ایک شیطان ہوا کرتا تھا جو کاہن کے حکم پر عمل کرتا تھا تو اس مناسبت سے ان کا نام شیاطین بتایا گیا۔ اور لغت میں یہ جایز ہے اور معمول، و اللہ اعلم،

وقولہ : ''قالوا انا معکم'' کہتے ہیں بیشک ہم تمہارے ساتھ ہیں،

اس کا ایک مفہوم تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ (۱) ہم تمہارے ساتھ ہیں یعنی تمہارے ارادے اور مدد میں ساتھ ہیں، دوسرا (۲) مفہوم یہ ہے کہ 'بے شک ہم تمہارے ساتھ یعنی تمہارے دین پر ہیں ان لوگوں (مسلمانوں) کے دین پر نہیں ہیں، واللہ اعلم۔

وقولہ : ''انما نحن مستھزءون'' ہم صرف (ان سے) ٹھٹھا کرنے والے ہیں

یعنی علانیہ ہم مسلمانوں کی موافقت کا اظہار کرتے ہیں، اور پوشیدہ ان کی دشمنی کا اظہار کرتے ہیں۔

وقولہ : ''اللہ یستھزی بھم،، اللہ بھی ان سے استہزا کرتا ہے۔

اس کے چند معنی بیان کئے گئے ہیں :

(۱) کہا گیا ہے کہ اللہ تعالی ان کو ان کے استہزاء کا بدلہ دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالی کا قول ہے : ''یخادعون اللہ و ھو خادعھم،، (النساء : ۱۴۲) وہ لوگ اللہ کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ اللہ ان کو فریب میں مبتلا رکھنے والا ہے، یعنی اللہ تعالی ان کے مکر و فریب کا بدلہ دے گا۔ اسی طرح اللہ تعالی کا قول ہے : ''و مکروا و مکر اللہ،، (آل عمران : ۵۴) یعنی اللہ تعالی ان کے مکر کا بدلہ دے گا۔

مکر و خداع کو جزا پر محمول کیا گیا ہے، وجہ یہ ہے کہ ابتداءً مکر و خداع و استہزاء کی اضافت اللہ کی طرف جایز نہیں، کیونکہ ان کا استعمال مخلوق کے لئے بھی مذموم ہے، جواباً ان کے لئے جایز سمجھا گیا ہے، تو پھر اللہ بزرگ و برتر کے شایان شان کیوں کر سمجھا جائے۔

(۲) بعض لوگوں کا قول ہے کہ استہزاء کی اضافت اللہ کی طرف جایز ہے، اگرچہ مخلوق کے لئے جایز نہیں کہ ایک دوسرے کا استہزاء کریں، جیسے تکبر ہے کہ اللہ تعالی کے لئے جایز ہے مگر مخلوق کے لئے تکبر (بڑائی چاھنا) جایز نہیں، کیونکہ مخلوق آپس میں ایک دوسرے کے مثل اور ہم شکل ہیں، اور اللہ بزرگ و بر تر شکل و مثل سے مبرا ہے۔ تو اسی طرح استہزاء اللہ کے لئے جایز اور ماسوا کے لئے ناجایز ہے۔ وجہ ظاھر ہے، استہزاء استخفاف (ھلکا سمجھنا) کو کہتے ہیں، تو جو لوگ خلقت میں مماثل ھوں اور جن کے لئے حادثات و تغیرات یکساں پیدا کئے ہیں ان کا آپس میں استخفاف جایز نہیں۔ اور اللہ بزرگ و برتر ان باتوں سے پاک ہے۔ اور اول قریب تر ہے، واللہ اعلم،

—:o:—